کتاب شناسی

الشافی فی الامامة

سید مرتضیٰ علم الھدیٰ ؒ (۳۵۵ھ ۔ ۴۳۶ ھ)

سید رمیز الحسن موسوی

''الشافی فی الإمامة و ابطال حجج العامة''، پانچویں صدی ہجری کے معروف شیعہ متکلم اور عالم و فقیہ سید مرتضیٰ علم الھدیٰ کی تصنیف ہے۔ جو امامت کے بارے میں قاضی عبدالجبار معتزلی (متوفی ۴۱۵ھ) کے شبہات اور اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ علمائے اسلام کی توجہ کا مرکز رہی ہے اور خود سید مرتضیٰؒ نے بھی ''تنزیہ الانبیاء''، ''الذخیرہ'' اور اپنی دوسری کتابوں میں اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب کی تلخیص خود مؤلف کے زمانے میں کئی بار کی گئی ہے۔

مؤلف کا تعارف

سید مرتضیٰ کا نام علی بن حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہے۔(1) اُن کی کنیت ابوالقاسم اور القاب ذوالثمانین، ذوالمجدین، شریف، علم الہدیٰ ہیں۔ وہ غیبت کبریٰ کے اوائل میں ۳۵۵ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔(2) اُن کا شمار معروف شیعہ فقہا اور متکلمین میں ہوتا ہے اور وہ ''نہج البلاغہ'' کے مؤلف سید رضی (۳۵۹ھ۔۴۰۶ھ) کے بڑے بھائی ہیں۔ سید مرتضیٰ بغداد میں آل ابی طالب کے نقیب، زعیم اور امیر الحاج تھے۔ اس سے پہلے یہ منصب اُن کے والد کے پاس تھا۔

سید مرتضیٰ نے اپنے بھائی شریف رضی کے ہمراہ بچپن میں ادبیات اور مبادی عرب کا درس اپنے زمانے کے شاعر اور ادیب ابن نباتہ سعدی سے حاصل کیا ہے اور علم فقہ اور علم اصول فقہ میں شیخ مفیدؒ سے استفادہ کیا ہے۔ سید مرتضیٰ شعر و ادب میں ابوعبیداللہ مرزبانی کے شاگرد تھے اور کتاب امالی میں بہت ساری احادیث کو ان سے نقل کیا ہے۔ اُن کے اساتذہ میں شیخ صدوقؒ کے بھائی حسین علی بن بابویہ، سہل بن احمد دیباجی، ابن جندی بغدادی، علی بن محمد کاتب اور احمد بن محمد بن عمران کاتب کے نام بھی مشہور ہیں۔

علمی مقام و مرتبہ

سید مرتضیٰ اپنے زمانے میں اچھی خاصی علمی شہرت رکھتے تھے اور ان کا درس کافی پر رونق تھا اور اس زمانے کے بعض مشاہیر مثلاً ابوالعلاء معری، ابو اسحاق صابی اور عثمان بن جنی ان کے درس میں شرکت کرتے تھے۔ بعض مورخین کے مطابق آپ نے اپنے گھر کو مدرسہ میں تبدیل کر کے دارالعلم نام رکھا ہوا تھا، جس میں فقہ، کلام، تفسیر، لغت، شعر، علم فلکیات اور حساب وغیرہ پڑھائے جاتے تھے۔ وہ اہل بیت اطہارؑ کے علوم و معارف کے ماہر اور مروّج تھے۔ اُن کے علمی مقام و منزلت کے بارے میں اُن کے شاگرد شیخ طوسیؒ لکھتے ہیں: ''وہ ادب و فضل میں سرفہرست اور ماہر فقیہ و متکلم اور تمام علوم و فنون میں جامعیت کے مالک تھے۔(3)

علامہ حلیؒ اُن کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وہ بہت سے علوم میں یگانہ روزگار تھے، علم کلام، فقہ، اُصول فقہ، عربی ادب مثلاً نحو، شعر اور لغت میں سرفہرست تھے اُن کا دیوان بیس ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔(4) اُن کے ہم عصر مشہور ماہر علم رجال، نجاشی اُن کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اُس زمانے میں اُنہوں نے جو علوم حاصل کئے ہیں، اُن میں کوئی بھی اُن کے مقابلے کا نہیں تھا، اُنہوں نے بہت سی احادیث اساتذہ سے سنی تھیں، وہ ایک بلند مقام عالم و دانشمند تھے اور دینی و دنیوی علم میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔(5)

ابن شہر آشوب مازندرانی، نے اُن کے بارے میں لکھا ہے: "سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، تمام علوم میں دوسروں پر برتری رکھتے تھے" (6) معروف اہل سنت عالم دین ابن حجر عسقلانی، اُن کے بارے میں کہتے ہیں: "منقول ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے گھر کو "دار العلم" بنادیا تھا اور وہاں اہل علم کے ساتھ علمی مباحثہ و مناظرہ کرتے تھے۔(7)

ایک اور اہل سنت دانشور ابن بسام اپنی کتاب "ذخیرہ" کے آخر میں شریف مرتضیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں: "یہ سید بزرگوار عراق کے مخالف و موافق علماء کے پیشوا تھے، عراق کے تمام علماء اُن کے طرف رجوع کرتے اور بہت سے بزرگ اُن سے کسب علم کرتے تھے۔(8)

اُن کے ادبی پہلو کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا گیا ہے چونکہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری شعر و ادب کے لحاظ سے ایک سنہری دور کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اور اُن کے بھائی سید رضی بہت ہی خوبصورت اور محکم شعر کہتے تھے اور لفظ و معنیٰ کے لحاظ سے بہت بلند کلام کے مالک تھے۔اُنہوں نے بہت سے شاگردوں کی تربیت کی تھی۔ سید مرتضی کے بعض شاگردوں میں درج ذیل نام مشہور ہیں: شیخ طوسی، حمزۃ بن عبدالعزیز سلار دیلمی، ابوالصلاح حلبی، عبدالعزیز حلبی، ابوالفتح کراجکی، محمد بن معبد حسنی، جعفر بن محمد دوریستی، سلیمان بن حسن صہرشتی، ابوالحسن بصروی، اِبو عبداللہ بن تبان تبانی، اِحمد بن حسن نیسابوری، ابوالحسین حاجب نجیب الدین حسن بن محمد موسوی، عبدالعزیز بن کامل طرابلسی، قاضی اِبوالقاسم علی بن محسن تنوخی، عبدالرحمٰن بن اِحمد بن حسین، تقی بن ابی طاہر ہادی نقیب رازی، محمد بن علی حلوانی، محمد بن حمزۃ علوی اور یعقوب بن اِبراہیم بیہقی۔

سید مرتضیٰ کی سیاسی اور سماجی زندگی بھی بہت اہم تھی، کیونکہ وہ سلسلہ آل بویہ اور بنی عباس کے سلاطین کے ساتھ قریبی تعلقات رکھتے تھے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ شریف مرتضی ۴۰۶ھ سے آل بویہ اور عباسی حکمرانوں کی طرف سے علویوں کے نقیب، امیر حجاج اور رئیس دیوان مظالم منصوب رہے۔ یہ مناصب اس سے پہلے ان کے والد اور بھائی کے پاس تھے۔

وفات

نجاشی کے بقول سید مرتضیٰ ۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ کو بغداد میں فوت ہوئے ہیں۔(9) اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی (10) وفات کے بعد پہلے اُنہیں اپنے گھر ہی میں بطور امانت دفن کیا گیا اور پھر اُن کی میت کو کربلا منتقل کردیا گیا تھا۔(11)

سید مرتضیٰ کی تالیفات

سید مرتضی اپنے زمانے کے بہت سارے رائج علوم جیسے کلام، فقہ، اصول، تفسیر، فلسفہ، نحو اور ادبی علوم پر عبور رکھتے تھے۔ سید مرتضی کے افکار کا محور ان کی عقلانیت پسندی ہے جو ان کے مختلف کلامی اور فقہی تفکرات میں نمایاں نظر آتی ہے اور یہی چیز انہیں ان کے استاد شیخ مفیدؒ کے افکار سے قریب کرتی ہے۔ یہاں اُن کی تالیفات کی مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے جس سے مختلف اسلامی علوم پر اُن کے علمی تسلط کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۔الانتصار

یہ کتاب فقہ میں ہے اور اُن احکام پر مشتمل ہے، جن میں امامیہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب ۳۱۹ فقہی مسائل پر مشتمل ہے اور تاریخی و علمی لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔

۲۔الناصریات

یہ کتاب ۲۰۷ فقہی و اعتقادی مسئلوں پر مشتمل ہے۔ سید مرتضیٰ نے یہ کتاب اپنے دادا حسن اطروش صاحب دیلم و طبرستان کی فقہی کتاب کی شرح اور نقد کے طور پر لکھا ہے۔ حسن اطروش کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ زیدی مذہب تھے، لیکن بعض علماء نے اُنہیں شیعہ اثنا عشری علماء میں شمار کیا ہے۔

۳۔ الشافی فی الامامة

یہ کتاب ''الشافی فی الإمامة و ابطال حجج العامة '' کے نام سے بھی مشہور ہے اور امامت کے بارے میں شبہات کے جواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا تفصیلی تعارف ہی اس مقالے کا موضوع ہے۔

۴۔ انقاذ البشر من الجبر و القدر

یہ علم کلام میں ایک مختصر سی کتاب ہے جو مسئلہ قضاو قدر کے بارے میں بلیغ انداز میں لکھی گئی ہے۔ جس میں قرآن سے بہت سی آیات سے استدلال کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

۵۔ المحکم و المتشابه

یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو ایران میں چند بار دوسری کتابوں کے ساتھ ۱۲۸ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، عام و خاص، قرائت میں تحریف، رخصت و عزیمت میں فرق اور بعض دوسرے مطالب کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ فہرست نگاروں نے اس کتاب کو سید مرتضٰی سے منسوب کیا ہے۔

۶۔ تنزیه الانبیاء

سید مرتضی کی کتاب ''**تنزیه الانبیاء و الائمة**''، ایک کلامی کتاب ہے جو انبیائے کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی عصمت کے اثبات میں لکھی گئی ہے۔ سید مرتضٰی نے اس کتاب میں انبیاء کی عصمت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے، لیکن ائمہ طاہرینؑ کی عصمت میں تفصیل کے لئے اپنی کتاب ''الشافی فی الامامۃ '' کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کی ہے، یہ کتاب سوال وجواب کی صورت میں لکھی گئی ہے۔

۷۔ الاصول الاعتقادية

یہ چھوٹا سا رسالہ ہے جو صفات خدا، نبوت، امامت، بعثت، وعد و وعید، شفاعت، عذاب قبر، فناء عالم، میزان، صراط، بہشت اور دوزخ کے متعلق تألیف کیا گیا ہے اور بغداد میں ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا ہے۔

۸۔ الولایة عن الجائر و یا الولایة من قبل الظالمین

یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ جسے سید مرتضٰی نے ۴۱۵ھ میں وزیر، ابوالقاسم حسین بن علی مغربی کے لئے تألیف کیا ہے۔ یہ رسالہ ''خلفائے جور کی جانب سے حکم ولایت'' کے متعلق ہے۔ یہ مسئلہ شروع ہی سے امامیہ کے درمیان قابل بحث واشکال رہا ہے۔ سید مرتضٰی نے اس کتاب میں والی، جائر کی جانب سے جو کچھ انجام دے سکتا ہے اور جو انجام نہیں دے سکتا، اسے بیان کیا ہے۔

۹۔ المقنع فی الغیبة

سید مرتضیٰ کا یہ رسالہ ۱۳۱۹ھ میں کتاب ''درر الفرائد فی شرح الفوائد'' کے حاشیے پر چھپا ہے۔ شریف مرتضٰی نے اس رسالے میں بارہویں امامؑ کی غیبت کے مسئلے کا جواب دیا ہے کہ جو ہر زمانے میں امامیہ مذہب پر اعتراض کی صورت میں اُٹھایا جاتا رہا ہے اور اس کے جواب میں بہت سی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔

۱۰۔ المسائل الرسیة الاولی

یہ ایک قلمی رسالہ ہے جو ۲۸ مسائل پر مشتمل ہے۔ جو سید مرتضٰی نے ابوالحسین، المحسن بن محمد بن الناصر الحسینی الرسی کی جانب سے پوچھے گئے علمی سوالات کے جواب میں لکھا ہے۔ سید نے یہ کتابچہ ۴۲۸ھ میں تالیف کیا ہے چونکہ یہ کتاب سید کے آخری زندگی کے کلامی و فقہی فتاویٰ پر مشتمل ہے لہٰذا بہت اہمیت کا حامل ہے۔

۱۱۔ المسائل الرسیة الثانیة

یہ کتابچہ بھی ابوالحسین، المحسن بن محمد بن الناصر الحسینی الرسی کی جانب سے پوچھے گئے علمی سوالات کے جواب میں لکھا گیا ہے جو مذکورہ بالا کتابچے کے بعد سید مرتضیٰ سے پوچھے گئے تھے۔ یہ کتابچہ پانچ مسائل کے بارے میں ہے پہلا مسئلہ فقہی ہے اور باقی فقہ وکلام سے ملے جلے مسائل پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالہ سید مرتضیٰ کی آخری تالیف ہے لہٰذا سید کے آخری علمی نظریات کی عکاسی کرتا ہے۔

۱۲۔ مسألة فی الاعتراض علی من یثبت قدم الاجسام

یہ فلسفی کتاب ہے جس میں سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب "**الملخص فی الاصول**" کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کی ہے۔

۱۳۔ ابطال العمل بخبر الآحاد

اس مختصر کتابچے میں سید مرتضیٰ نے امامیہ حدیث کے بعض روایوں مثلاً طاطری، ابن سماعۃ اور دوسرے غالی، مجسمہ اور مشبہہ ومجبرہ راویوں کے بارے میں بحث کی ہے۔

۱۴۔ مقدمة فی الاصول

اس کتاب میں مختصر طور پر اصول عقائد امامیہ: توحید، عدل، امامت، معاد، وعد و وعید کے متعلق بحث کی گئی ہے اور معتزلہ کی بعض کلامی آراء پر اعتراض اُٹھائے گئے ہیں۔

۱۵۔ فی من یتولی غسل الامام

اس مختصر کتاب میں اس عقیدے کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ امام معصوم کو سوائے امام معصوم کے اور کوئی غسل نہیں دے سکتا۔ سید مرتضیٰ اس عقیدے کو درست نہیں جانتے بلکہ اُسے محال سمجھتے ہیں۔ اس کتابچے میں کتاب " الذخیرہ" کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۱۶۔ العددیة او الرد علی اصحاب العدد

اس کتابچے میں سید نے اس نظریہ کو رد کیا ہے کہ روزہ اکمال عدد (تیس دن کامل ہونے) سے ثابت ہوتا ہے، بلکہ رؤیت ہلال کو عمل کا معیار قرار دیا ہے۔

۱۷۔ مسألة وجیزة فی الغیبة

یہ مسئلہ کلامی لحاظ سے غیبت امام منتظر کی مشکل کو حل کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس رسالے میں جو ادلہ سید مرتضیٰ نے ذکر کی ہیں وہ اُن کی دوسری تحریروں خصوصاً "المقنع فی الغیبۃ" میں نہیں ملتیں۔

۱۸۔ المسائل التبانیات

یہ وہ مسائل ہیں کہ جو ابوعبداللہ محمّد بن عبدالملک التبانی نے سید سے پوچھے ہیں۔ جیسا کہ سوالات سے ظاہر ہوتا ہے وہ ایک ماہر متکلم تھے اور سید سے سوالات کرنے والے دوسرے افراد سے زیادہ فاضل تھے۔ اُنہوں نے ایک سوال میں پوچھا ہے کہ امامیہ نے اجماع اور قیاس کو کیوں رد کیا ہے؟ اور خود سید مرتضیٰ خبر واحد کو حجت نہیں سمجھتے؟ حالانکہ خبر واحد کے ختم ہو جانے سے بہت سے احکام شریعت بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کتاب کا ایک نسخہ آستان قدس رضوی مشہد کے کتابخانے میں موجود ہے۔

۱۹۔ دیوان المرتضی

یہ سید مرتضیٰ کے اشعار کا مجموعہ ہے۔ اس میں بیس ہزار شعر ہیں۔

۲۰۔شرح قصیدۃ السید الحمیری

یہ شرح ۱۳۱۳ھ میں چند عربی و فارسی کتابوں کے ساتھ قاہرہ سے طبع ہوئی ہے جو امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قصیدے پر مشتمل ہے۔ اس شرح میں سید نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و سیرت کو بیان کیا ہے اور لغت و ادب کے لحاظ سے قصیدہ کے مفردات کی شرح کی ہے۔ اسی ضمن میں بعض تاریخی و ادبی واقعات بھی نقل کئے ہیں۔ سید نے یہ شرح اپنے بیٹے کے لئے لکھی ہے۔

۲۱۔الغرر و الدرر، یا امالی المرتضیٰ

یہ کتاب ''امالی المرتضیٰ'' کے نام سے مشہور ہے جس میں سید مرتضیٰ نے مشکل و متشابہ آیات کی تفسیر اور مشکل اور دشوار احادیث کی شرح کی ہے۔ اس کتاب کو ''الامالی فی التفسیر، الغرر والدرر، غرر الفوائد و درر القلائد، التفسیر، مجالس التاویلات، مجالس کشف الآیات'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۲۲۔الذریعۃ إلی اصول الشریعۃ

یہ کتاب شیعہ امامیہ کے اصول فقہ پر مشتمل ہے اور اس کے چودہ ابواب ہیں اور ہر باب کی چند فصلیں ہیں۔ اس کے اہم ترین عناوین: خطاب، امر و نہی، عموم و خصوص، مطلق و مقید، مجمل و مبین، نسخ، و اخبار، و افعال، و اجماع، و قیاس، و اجتہاد و تقلید، حظر و اباحہ وغیرہ ہیں۔ یہ کتاب دو لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے اول یہ کہ یہ اصول فقہ میں شیعہ امامیہ کی پہلی کتاب ہے۔ دوم یہ کہ سید مرتضیٰ نے مسائل اصول فقہ کو مسائل اصول دین سے الگ کیا ہے جبکہ اس سے پہلے والی کتابوں میں یہ تمام مسائل ایک ساتھ لکھے جاتے تھے۔

کتاب ''الشافی فی الامامۃ''

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ''الشافی فی الامامۃ''، امامت کے موضوع پر قاضی عبدالجبار (متوفی ۴۱۵ھ) کی کتاب ''المغنی'' کا جواب ہے۔ سید مرتضیٰ کی یہ کتاب علم کلام کے ایک اہم ترین موضوع پر اہم ترین کتاب سمجھی جاتی ہے، جس میں مسئلہ امامت کے بارے میں اعتراضات کا شافی جواب دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کتاب کا مکمل تعارف کرایا جائے۔ قاضی عبدالجبار کے علمی مقام و منزلت کے بارے میں چند کلمات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اعتراضات و اشکالات کرنے والے کے مقام و منزلت سے اس کے جواب میں لکھی گئی کتاب کا مقام و مرتبہ واضح ہوسکے۔

قاضی عبدالجبار (متوفی ۴۱۵ھ)

اُن کا نام عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ، ابوالحسن الہمدانی الاسدآبادی ہے۔ (12) وہ ہمدان کے گاؤں اسدآباد میں پیدا ہوئے تھے، لیکن اُن کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہے۔ وہ فروع دین (فقہ) میں شافعی (13) اور اصول دین (عقائد) میں پہلے اشعری المذہب تھے اور پھر معتزلہ کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ (14) قاضی عبدالجبار نے کئی سال تک بغداد میں ابواسحاق ابراہیم بن عیاش (متوفی ۳۳۶ھ) کے درس میں شرکت کی، جو بصرہ کے معتزلیوں میں سے اور ابی ہاشم جبائی (متوفی ۳۲۱ھ) کے شاگردوں میں سے تھے۔ اسی طرح عبدالجبار نے جبائی کے دوسرے شاگرد ابو عبداللہ الحسین بن علی البصری (متوفی ۳۶۷ھ) سے بھی کسب فیض کیا ہے۔ (15) قاضی عبدالجبار معتزلی کی مشہور ترین کتاب ''المغنی فی ابواب التوحید والعدل'' ہے۔ یہ کتاب اُنہوں نے ''رے'' کے قیام کے دوران لکھی ہے۔ اس کتاب کے بیس حصے ہیں اور مکتب اعتزال کے تمام اصولوں پر مشتمل ہے۔

کتاب الشافی کا موضوع

قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب "المغنی فی ابواب التوحید والعدل" کی آخری حصے میں امامیہ کے عقیدہ امامت پر کچھ اعتراضات واشکالات کئے ہیں، سید مرتضیٰؒ نے اپنی کتاب "الشافی" میں انہی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اُنہوں نے قاضی عبد الجبار کے منتخب اعتراضات کا جواب دیا ہے لیکن جواب کے لئے اُنہوں نے جن موضوعات کو انتخاب کیا ہے اور کتاب کا حجم بتاتا ہے کہ سید مرتضیٰ نے امامت عامہ وخاصہ دونوں پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس طرح کتاب الشافی اس موضوع پر جامع ترین کتاب کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

کتاب "الشافی فی الامامة" کے عناوین اور مضامین

اس کتاب کی ۲۲ فصلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

جلد اول

۱۔فصل فی تتبع ما ذکرہ صاحب المغنی، حول وجوب الامامة۔ (وجوب امامت کے بارے میں صاحب المغنی کا موقف)

۲۔فصل فی الاستدلال علی وجوب الامامه، من جهة السمع (وجوب امامت پر نقلی دلائل)

۳۔فصل فی اعتراضه، علی ادلتنا فی الامامة و العصمة۔ (امامت وعصمت کے متعلق ہماری ادلہ پر قاضی کے اعتراضات)

جلد دوم

(وجوب نص پر قاضی کی عقلی ادلہ)

۴۔فصل فی الکلام، علی ما اعتمدہ من دفع وجوب النص، من جهة العقل

۵۔فصل فی ابطال ما طعن به علی طرقنا، فی وجوب النص (اس دلیل کا ابطال جس کے ذریعے وجوب نص کے بارے میں ہمارے موقف کو قاضی نے رد کیا ہے)

۶۔فصل فی ابطال ما دفع به ثبوت النص، وورود السمع به (اُس دلیل کا ابطال جس کے ذریعے قاضی نے امامت کے متعلق ثبوت نص اور نقلی ادلہ کو رد کیا ہے)

جلد سوم

۷۔فصل فی اعتراض کلامه، فیما یجب أن یکون علیه الامام من الصفات (امام کی لازمی صفات کے رد کے بارے میں کلام قاضی پر اعتراض)

۸۔فصل فی اعتراض ما أوردہ من الکلام، فی القدر الذی یختص به الامام من العلم۔ (علم امام کے متعلق قاضی کے اعتراض کا رد)

۹۔فصل فی اعتراض کلامه، فی الأفضل (افضل کے متعلق قاضی کے کلام کا ردّ)

۱۰۔فصل فی اعتراض کلامه، فی ان الأئمة من قریش (ائمہ کے قریش میں سے ہونے کے بارے میں روایت پر قاضی کے اعتراض کا ردّ)

۱۱۔فصل فی الاعتراض علی کلامه: هل یجوز العدول عن قریش، فی باب الامامة أم لا؟ (امامت کے باب میں قریش سے عدول کے بارے قاضی کے کلام کا ردّ)

۱۲۔فصل فی الکلام، علی ما اعتمد علیه فی عدد العاقدین للامامة (عاقدین امامت (اُمت کی طرف سے امام کی بیعت کرنے والوں) کی تعداد کے بارے میں قاضی کی ادلہ پر بحث)

۱۳۔فصل فی اعتراض کلامه، فی إمامة أبی بکر (حضرت ابو بکر کی امامت کے بارے میں قاضی کے کلام کا ردّ)

جلد چہارم

۱۴۔فصل فی تتبع کلامہ، علی من طعن فی الاختیار (انتخاب امام کے اختیار کو بے اعتبار جاننے والے کے بارے میں کلام قاضی کی تحقیق)

۱۵۔فصل فی اعتراض کلامہ، فی أن أبابکر، یصلح للإمامۃ (حضرت ابوبکر کی صلاحیت امامت کے متعلق قاضی کے کلام پر اعتراض)

۱۶۔فصل فی تتبع ما أجاب بہ، عن مطاعن أبی بکر (حضرت ابوبکر پر تنقید کے جواب میں قاضی کے کلام کی تحقیق)

۱۷۔فصل فی تتبع کلامہ، فی إمامۃ عمر بن الخطاب (حضرت عمر بن خطاب کی امامت کے متعلق قاضی کے کلام کی تحقیق)

۱۸۔فصل فی تتبع جوابہ، عن المطاعن علی عمر (حضرت عمر پر تنقید کے جواب میں کلام قاضی کی تحقیق)

۱۹۔فصل فی اعتراض کلامہ، فی إمامۃ عثمان (حضرت عثمان کی امامت کے متعلق کلام قاضی کا ردّ)

۲۰۔فصل فی اعتراض کلامہ، علی الطاعنین علی عثمان (حضرت عثمان پر تنقید کرنے والوں کے بارے میں کلام قاضی کا ردّ)

۲۱۔فصل فی تتبع کلامہ، فی اثبات امامۃ أمیر المؤمنین (امیر المؤمنین کی امامت کے اثبات میں کلام قاضی کی تحقیق)

۲۲۔فصل مناقشۃ صاحب المغنی، فی توبۃ طلحۃ و الزبیر و عائشۃ (حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ وزبیر کی توبہ کے بارے میں صاحب مغنی (قاضی) کی بحث)

ان فصلوں کے علاوہ ہر فصل کے ذیل میں بہت سے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ جو اختصار کی وجہ سے یہاں نقل نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی تفصیل کے لئے کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔(16)

سبب تالیف

سید مرتضٰی نے یہ کتاب کیوں لکھی ہے؟ اس بارے میں اس تالیف کے دو اہم محرک و سبب ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ قاضی عبدالجبار معتزلی نے شیخ معتزلہ ہونے کی حیثیت سے عقیدہ امامت پر بہت سے اعتراضات و اشکالات کئے ہیں۔ خصوصاً مسئلہ غیبت امام عصرؑ کے سلسلے میں بہت شدومد کے ساتھ شیعہ عقیدہ کی مذمت کی ہے اور پھر کتاب المغنی کی غیبت کبریٰ کے پہلے عشروں میں تالیف اس مسئلے میں شیعوں کے متکلمین کی خصوصی توجہ کا باعث بنی ہے اور شاید سید مرتضٰی کی طرف سے اس طرح کی کتاب کی تالیف کا سب سے اہم سبب یہی بات ہو۔ دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ امامیہ اور معتزلہ کے درمیاں کلامی واعتقادی مسائل میں عقلانیت کا رجحان ایک ایسی قدر مشترک ہے کہ جس کی وجہ سے ذہبی اور ابن حجر عسقلانی جیسے بہت سے تذکرہ نویس سید مرتضٰی کو معتزلی سمجھنے لگے تھے۔(17) اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے سید مرتضٰی نے ایک معتزلی عالم کی طرف سے عقیدہ امامت پر اُٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دینا ضروری سمجھا ہے تاکہ اس کلامی مسئلے میں ان دونوں کلامی مسالک کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور معتزلی اور شیعہ اثناعشری طرز تفکر سب پر روشن ہو جائے۔

اسلوب نگارش

جب سید مرتضٰی نے المغنی کی شہرت سنی اور امامت و امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کے بارے میں قاضی عبدالجبار کے اعتراضات کے بارے میں سنا تو اُن کی ایک اہم آرزو یہی تھی کہ وہ ان شبہات کا مفصل جواب لکھیں، لیکن جب کتاب اُن کے ہاتھ لگی تو چند ایک ایسی رکاوٹیں پیدا ہو گئیں جن کی وجہ سے وہ اس کا مفصل جواب نہ لکھ سکے لہٰذا سید مرتضٰی نے قاضی عبدالجبار کے شبہات واعتراضات کا اپنی ذاتی خواہش کے برعکس انتہائی مختصر جواب دیا ہے جیسا کہ اُنہوں نے خود الشافی کے مقدمے میں لکھا ہے:

”وقد كنت عزمت عند وقوع هذا الكتاب في يدي، على نقض ما اختص منه بالامامة، على سبيل الاستقصاء. فقطعني عن امضاء ذلك، قواطع، ومنعت منه موانع، كنت متوقعاً لانحسارها. . .“ (18) یعنی؛ میں نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ جب یہ کتاب (المغنی) میرے ہاتھ لگے گی تو امامت کی بحث کا دقیق و مفصل جواب دوں گا، لیکن کچھ موانع نے مجھے اس ارادے کو پورا کرنے سے روک دیا اور میں ان موانع کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔“

لہٰذا سید مرتضٰی نے قاضی کے شبہات کا اختصار کے ساتھ جواب دیا ہے اور المغنی سے نقل قول کرنے میں بھی اسی روش کو اختیار کیا ہے۔ اُنہوں نے پہلے تو ہر شبہے یا قاضی کے کلام کے کچھ حصے کو ذکر کیا ہے اور اس کا مختصر مگر مدلل جواب لکھنے کے باوجود اپنے قاری تک اپنا مدعا پہنچانے اور قاضی کی غلط فہمیاں واضح کرنے میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔

البتہ الشافی ایک مکمل تخصصی و کلامی کتاب ہے لہٰذا فقط علم کلام کا ذوق رکھنے والا قاری ہی قاضی کے اشکالات اور سید مرتضٰی کے جوابات کو سمجھ سکتا ہے۔ سید مرتضٰی نے المغنی میں پیش ہونے والے اعتراضات میں سے منتخب اعتراضات کا ہی جواب لکھا ہے۔ لیکن جیسا کہ کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے سید نے اپنی کتاب میں موضوع امامت کے اصول وفروع کو جمع کر دیا ہے اور اس میں امامت عامہ سے بھی بحث کی ہے اور امامت خاصہ کو بھی مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اُنہوں نے ”قال صاحب الکتاب“، ”قال“، ”فأمّاقوله“ اور ”واماقولك“ جیسے کلمات کے ذریعے قاضی کا قول نقل کیا ہے۔

سید مرتضٰی نے اپنی کتاب میں ایک روبرو مناظرے کا ماحول پیدا کرتے ہوئے قارئین کے لئے اس موضوع کو دلچسپ بنا دیا ہے۔ وہ قاضی کو اس طرح جواب دیتے ہیں کہ گویا قاضی عبد الجبار اُن کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی بات کو مزید مضبوط و محکم کرنے کے لئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید قاضی اُن کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے یا اُن کے ذہن میں کوئی اور شبہ پیدا ہوگیا ہے، قاضی کی جانب سے فرضی شبہات واعتراض لاتے ہوئے، اُن کا جواب دے کر قارئین کو زیادہ سے زیادہ مطمئن کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ البتہ الشافی ایک نصابی کتاب نہیں اور اپنے خاص مخاطبین (ماہرین علم کلام) ہی سے مخاطب ہے۔ اس لئے اس کتاب کے مطالعے کے لئے علم کلام کی الف ب سے آشنا ہونا ضروری ہے۔

خطی نسخے

۱۔ نسخہ کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، صفحات ۴۷۶ ہر صفحہ ۲۶ پر سطریں، یہ قلمی نسخہ بہت خوبصورت خط کے ساتھ اور غلطیوں سے پاک ہے۔

۲۔ نسخہ کتابخانہ آستان قدس رضوی، شمارہ: ۱۷۶، ردیف کتب حکمت و کلام، صفحہ اول دوسرے صفحات سے مختلف ہے۔

۳۔ نسخہ کتابخانہ آستان قدس رضوی، بشمارہ: ۱۷۱، ۲۰۷ صفحہ، ہر صفحہ پر ۲۲ سطریں، خطاط: محمد ابراہیم بن محمد یعقوب۔

۴۔ نسخہ کتابخانہ آستان قدس رضوی، بہ شمارہ: ۱۰۰۲۰، ۳۲۳ ورق کہ ہر صفحہ ۲۱ سطروں سے زیادہ ہے۔ یہ نسخہ محمد بن عبداللطیف عاملی نے اپنے دوست محمد علی بنکا کے لئے لکھا ہے جو جمعہ محرم ۱۱۴۱ھ کو اختتام پذیر ہوا ہے۔

۵۔ نسخہ کتابخانہ آستان قدس رضوی، شمارہ: ۱۷۰ اور ۲۶۵ ورق پر مشتمل ہے، کتب حکمت و کلام، اس قلمی نسخے کی تاریخ جمادی الاولی ۱۰۹۸ھ ہے۔

۶۔ نسخہ کتابخانہ مسجد گوہر شاد، شمارہ: ۳۱۷، ۳۱۷ ورق. تاریخ اختتام نیمہ رمضان ۱۱۱۷ھ، اس قلمی نسخے کے کچھ ابتدائی صفحات غائب ہیں۔

تلخیص

الشافی کی تین عدد تلخیص موجود ہیں، جن میں ایک شیخ طوسیؒ کی تلخیص ہے جو "تلخیص الشافی" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ دوسری تلخیص "ارتشاف الشافی من سلاف الشافی" اور تیسری "صفوۃ الصافی من رغوۃ الشافی" جو پہلی تلخیص سے مختصر ہے اور ۱۲ویں صدی کے عالم جناب سید بہاء الدین محمد بن محمد باقر الحسینی السبزواری کی تلخیص ہے۔ البتہ مشہور ترین تلخیص، شیخ طوسیؒ نے ہی لکھی ہے جو چند ناشرین کی جانب سے طبع ہو چکی ہے۔

خود شریف مرتضیٰ کے زمانے میں ہی "الشافی" کے رد میں ایک کتاب "نقض الشافی" کے نام سے لکھی گئی تھی جس کے مؤلف ابو الحسن بصری معتزلی ہیں۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ اس وقت موجود نہیں۔ البتہ سید مرتضیٰ کے ایک شاگرد بنام سلار نے خود سید مرتضیٰ کے حکم پر اس کتاب کا رد لکھا ہے کہ جو "نقض النقض" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی تائید، رد، تلخیص اور شرح میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کی ایک کلی فہرست یہاں دی جاتی ہے:

۱۔ **تلخیص الشافی**: تالیف شیخ طوسیؒ

۲۔ **حواشی شیخ مولانا محمد حسین تبریزی:** جو شاہ سلطان حسین صفوی کے دور حکومت میں مشہور عالم دین تھے۔

۳۔ **حواشی بر اوائل کتاب الشافی**: مولانا محمد شفیع بن محمد علی استرآبادی۔

۴۔ **إرشاف الصافی من** سُلاف الشافی (تلخیص و تصحیح الشافی): سید بہاء الدین محمد بن محمد باقر حسینی مختاری سبزواری (متوفی ۱۱۳۰ھ)

۵۔ **صفوۃ الصافیمن رغوۃ الشافی**: یہ بھی سید بہاء الدین سبزواری کی تالیف ہے۔

تصحیح و تحقیق کتاب

جناب استاد، آقای سید عبدالزہرا الحسینی الخطیب، نے الشافی کو ایک علمی تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے اور یہ اہم کام السید فاضل میلانی کی زیر نگرانی انجام پایا ہے۔ مصحح محترم نے الشافی کے متعدد خطی نسخوں پر تحقیق کی ہے اور اس کام کے لئے مملکت سوریہ کا سفر بھی کیا ہے۔ اسی طرح قم میں آیت اللہ مرعشی نجفی کے کتابخانے میں موجود مخطوطات کا مطالعہ کرتے ہوئے اور مختلف مخطوطات میں فرق کو اختصاری کلمات کے ساتھ حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

مثلاً کتابخانہ آیت اللہ مرعشیؒ کے مخطوط نسخے کی اختصاری علامت حرف (ح) ہے۔ بعض اوقات کسی نسخے میں ایک ایسا کلمہ آیا ہے کہ جو سید مرتضیٰ کے کلام و لہجے کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہے تو قارئین کو حاشیے میں اس کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے۔ خطی نسخوں میں قاضی اور سید مرتضیٰ کے بعض اقوال ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے تو اس تصحیح میں ایسے اقوال کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا گیا ہے۔ اس تصحیح میں قاضی کے اقوال کو المغنی کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس طرح جو شخص المغنی کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ کام آسان ہو گیا ہے۔

اشاعت و ترجمہ کتاب

الشافی کی قدیم ترین طباعت ایران میں ۱۳۰۱ھ میں چاپ سنگی کی صورت میں ہوئی ہے۔ یہ وہی طباعت ہے کہ جس کا ذکر شیخ آقابزرگ تہرانی نے الذریعہ میں کیا ہے۔ یہ کتاب ایک صدی تک فراموش کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ ۱۴۱۰ھ میں ایران کا اشاعتی ادارہ "مؤسسہ الصادق" اسے چار جلدوں میں دوبارہ شائع کرتا ہے یہ اشاعت سید عبدالزہرا الحسینی الخطیب کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ شائع ہوتی ہے کہ راقم الحروف نے بھی اسی اشاعت کو مد نظر رکھ کر اس کتاب کا تعارف تحریر کیا ہے۔ پھر ۱۷سال

بعد یہی ادارہ دوبارہ اسی تحقیق و تصحیح کے ساتھ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع کرتا ہے جو اس وقت بازار میں موجود ہے۔البتہ اس کتاب کا نہ تو فارسی میں اور نہ ہی اردو زبان میں کوئی ترجمہ ہوا ہے۔

*****

1۔ رجال نجاشی: ص۲۷۰؛ابن ندیم،الفہرست: ص۱۶۴

2۔الفہرست: ص۱۶۵؛خلاصۃ الأقوال فی معرفۃ الرجال: ص۱۷۹؛رجال ابن داود، ص۱۳٦

3۔ابن ندیم،الفہرست، ص۱۶۴

4۔خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال: ص۱۷۹

5۔رجال النجاشی، ص۲۷۱

6۔معالم العلماء، ص٦۹

7۔لسان المیزان: ج۲ص ۲۲۳

8۔الدرجات الرفیعہ: ص۴۵۹

9۔رجال نجاشی، ص۲۷۰

10۔ابن ندیم،الفہرست،۱٦۵

11۔ محسن امین،اعیان الشیعہ،ج ۱۲،ص۲۷۲

12۔البدوی، عبدالرحمٰن، مذاہب الاسلامیین، ص۳۸۰، طبع اول، بیروت، دارالعلم لملایین ۱۹۹۷ء

13۔ طبقات الشافعیۃ: ج۱ص۱۸۵

14۔البدوی، عبدالرحمٰن، مذاہب الاسلامین، ص۳۸۱، طبع اول، بیروت، دارالعلم لملایین ۱۹۹۷ء

15۔ایضاً، ص۳۸۱

16۔دیکھئے: الشافی فی الامامۃ، ج۱۔۴

17۔ جیسا کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں سید مرتضیٰ کے بارے میں یوں لکھا ہے: علی بن الحسین الحسینی الشریف المرتضی، المتکلم الرافضی المعتزلی... (میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ج۳ص۱۲۴) اورابن حجر عسقلانی نے بھی سید مرتضیٰ کو "المتکلم الرافضی المعتزلی "کے عنوان سے یاد کیا ہے (دیکھئے: لسان المیزان: ج۵ص۱۷)

18۔شریف مرتضی، مقدمہ الشافی فی الامامۃ، ج۱، ص۳۳، موسسۃ الصادق طہران ۱۴۱۰ھ